OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 8, Issue 4 (October-December 2025)

قیدو سزا کا نظام: رواج نامۂ سوات میں موجود والئی سوات کے فرامین کا شرعی و تحقیقی جائزہ

Justice Behind Bars: An Analytical Review of the Walī of Swat's Decrees on Prisoners' Rights with a Comparative Study of Islamic Law and Local Legal Frameworks

Dr. Saif Ullah

Subject Specialist Islamic Studies, Government Higher Secondary School, Matta, Swat, KPK, Pakistan

Email: saifu6565@gmail.com

Dr. Lutfullah Saqib

Professor (Law & Shariah), University of Swat, KPK, Pakistan

Email: lutsaqib@gmail.com

Dr. Saeed ur Rahman

Assistant Professor (Islamic Studies), Abdul Wali Khan University Mardan, KP, Pakistan

Abstract

This research critically examines the decrees and administrative orders issued by the Wali of Swat regarding prisoners, in the context of Islamic jurisprudence (Fiqh al-'Uqūbāt). The study aims to explore whether these rulings were consistent with the principles of Shari'ah as derived from the Qur'an, Sunnah, and the classical juristic traditions of the four Sunni schools of law. By employing a descriptive and analytical methodology, the paper investigates primary historical sources, official proclamations, and contemporary

CC BY

accounts from the Swat State era. It highlights how the Wali's penal system combined elements of traditional Islamic legal thought with local Pashtun customs (ʿUrf). The findings reveal that while many of the Wali's measures reflected an intention to uphold justice and public order in accordance with Shariʿah, certain practices—particularly those related to imprisonment conditions and punitive procedures—require critical reassessment in light of Islamic legal ethics and human dignity. The study concludes with recommendations for future Islamic legal frameworks on correctional justice, emphasizing the balance between deterrence, reform, and compassion.

Keywords: Wali of Swat; Prisoners; Islamic Jurisprudence; Penal Law; Shariʿah Evaluation; Pashtun Customs; Criminal Justice in Islam; Swat State History

تعارف

دینِ اسلام ایسا جامع اور عادلانہ نظام ہے، جس میں ہر ایک فرد اور ہر ایک طبقہ کے انفرادی اوراجتماعی حقوق کے متعلق باہمی تعاون اور مساوات پر مبنی تعلیمات اور ہدایات دی گئیں ہیں۔ اور ایسے احکامات کا حکم دیا ہے جن کو اپنا کر انسان دنیاو آخرت میں سرخرو ہوسکتا ہے۔ اورایسی تمام صفات سے روکتا ہے جو رذائل صفات کی فہرست میں ہیں۔ شریعت اسلامیہ کی واضح تعلیم یہ ہے کہ پوری انسانیت اخلاقِ حسنہ سے مزین ہو اور اخلاقِ رذیلہ سے کوسوں دور رہے۔ تا کہ یہ پورا معاشرہ فلاح و بہبود کی راہ پر گامزن ہو کر بنی نوع انسان آرام وسکون کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکیں۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق انسان نہ مکمل طور پر خود مختار اور آزاد ہے اور نہ مکمل طور پر مجبور محض اور قیدی ہے۔ بلکہ اس کو ایک حد تک اختیار دے کر کچھ احکامات کا پابند بنایا گیاہے جب کہ بعض دوسرے امور سے اس کو روکا گیا ہے۔ یہی اسلامی تعلیمات بنی نوع انسان کو اس کا پابند بناتا ہے کہ وہ معاشرے میں ایک ذمہ دار فرد کی حیثیت سے اپنی زندگی بسر کرے اور تمام اخلاقی رذائل جو معاشرے کے فساد، بربادی اور بد امنی کا سبب بنتا ہے، ان سے حتی الوسع اجتناب کرے۔ اگر کوئی شخص ایسے امور کا ارتکاب کرتا ہے جو معاشی یا معاشرتی اور اخلاقی طور پر ماحول کی تسکین کو غارت کر دیتا ہے، تو اس صورت میں اس کو

باقاعدہ طور پر سزا دی جاتی ہے۔ جیسا کہ قصاص اور بعض دوسری سزائیں جو حدود میں شامل ہیں، جن کو شریعتِ اسلامیہ نے تجویز فرمائی ہے۔ اس کی بنیاد انہی جرائم کا خاتمہ اور جرائم پیشہ افراد کو قابو میں رکھنا ہے۔

پھر بعض سزائیں شریعت نے مقرر فرمائیں ہیں، ان کو شریعت کی اصطلاح میں حدود اور قصاص سے تعبیر کیا جاتا ہے، جب کہ بعض سزائیں مقرر نہیں ہیں، بلکہ شریعت نے حکومت وقت کی سپرد کیں ہیں۔ ان کو تعزیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابن القیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف یہ عبارت نقل فرمائی ہے کہ "اِتَّفَقَ الْعُلَمَآءُ عَلٰی اَنَّ التَّعْزِیْرَ مَشْرُوْعٌ فِیْ کُلِّ مَعْصِیَةٍ لَیْسَ فِیْهَا حَدٌّ [1] "۔ کہ علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ تعزیر ان گناہوں میں مشروع اور ثابت ہے، جن میں حد مقرر نہ ہو۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے ہر جرم کے لیے سزا تجویز نہیں فرمائی ہے، بلکہ بعض جرائم ایسے بھی ہیں جن میں سزا مقرر کرنے کا اختیار حکمران کے ساتھ ہے۔ اس قسم کی سزاؤں کو تعزیر کہا جاتا ہے۔

تعزیر کی صورتیں مختلف ہو سکتی ہیں اور جرائم کے اعتبار سے اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ اور یہ اختیار ولی اور حکمران کے پاس ہے۔ جیسا کہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ "وَ قَدِ اخْتَلَفَ الْفُقَهَآءُ فِیْ مِقْدَارِ التَّعْزِیْرِ عَلٰی اَقْوَالٍ اَحَدُهَا اَنَّهٗ بِحَسْبِ الْمَصْلَحَةِ وَعَلٰی قَدْرِ الْجَرِیْمَةِ فَیَجْتَهِدُ فِیْهِ وَلِیُّ الْاَمْرِ، اَلثَّانِیْ وَ هُوْ اَحْسَنُهَا اَنَّهٗ لَا یَبْلُغْ بِالتَّعْزِیْرِ فِیْ مَعْصِیْةٍ قَدْرَ الْحَدِّ فِیْهَا[2]"۔ کہ علمائے کرام کا تعزیر کی مقدار میں اختلاف ہے، پہلا قول یہ ہے کہ یہ مصلحت اور جرائم کے اعتبار سے ہوگی، پس اس میں حکمرانِ وقت اجتہاد کرے گا۔ دوسرا قول جو کہ راجح ہے وہ یہ ہے کہ کسی گناہ کی سزا اور تعزیر حد کی مقدار تک نہیں پہنچے گی۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تعزیر کے میں حاکمِ وقت کو اختیار ہے کہ وہ مصلحت یا جرائم کی شدت اور خفت کو دیکھ کر تعزیری سزا نافذ کر سکتا ہے۔ اور اس کی مقدار میں کمی و بیشی کر سکتا ہے۔

تعزیر کی مختلف اقسام ہیں۔ یہ مارنے کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے، جلاوطنی کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے اور قید کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے۔ جن کی مثالیں فقہی ذخائر اور اسلامی تاریخ میں مفصل موجود ہے۔ البتہ تعزیری سزا قید کی صورت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے شروع ہوا ہے۔ اگرچہ اس کا ثبوت دور نبوی سے بھی ملتی ہے، جیسا کہ ابو داؤد کی روایت ہے کہ "اَخْبَرَنَا هِرْمَاسُ بْنُ حَبِیْبٍ[3] رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَادِیَةِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ بِغَرِیْمٍ لِیْ فَقَالَ لِیْ اِلْزَمْهُ ثُمَّ قَالَ یَا اَخَا بَنِیْ تَمِیْمٍ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَفْعَلَ بِاَسِیْرِكَ[4] "۔ ہرماس بن حبیب ایک بدوی ہے وہ اپنے والد سے اور وہ اس کے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک قرض دار لایا، مجھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اپنے قبضہ میں رکھو، پھر مجھے فرمایا کہ اے بنی تمیم کے بھائی کہ آپ کا اپنے قیدی کے ساتھ کیا معاملہ کرنے کا ارادہ ہے۔ اس روایت میں آپ ﷺ نے اسیر کا لفظ استعمال کیا ہے جو قیدی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے حق کے لیے کسی کو اپنے پاس رکھا جا سکتا ہے۔ یہی طریقہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جاری رہا۔ "وَهٰذَا كَانَ هُوَ الْحَبْسُ فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ اَبِیْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَ لَمْ یَكُنْ لَهٗ حَبْسٌ مُعَدٌّ لِحَبْسِ الْخُصُوْمِ، فَلَمَّا انْتَشَرَتِ الرَّعِیَّةُ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اِبْتَاعَ فِیْ مَكَّةَ دَاراً وَ جَعَلَهَا سِجْنًا یَحْبِسُ فِیْهَا[5] "۔ نبی کریم ﷺ اور ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسی طرح جیل کا انتظام تھا، اور نہ اس وقت کوئی معین جیل تھا۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا، تو انہوں نے اس مقصد کے لیے ایک گھر خریدا اور اس کو جیل بنایا جس میں لوگوں کو قید کیا کرتا تھے۔ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ میں قید خانہ کا باقاعدہ نظام خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے رائج ہوا اور بعد کے حکمرانوں کے ادوار میں یہ نظام باقی رکھا گیا۔ چونکہ جیل خانوں کو باقاعدہ طور پر ایک نظام کے تحت مرتب کیا گیا، اس لیے مختلف دور کے قاضیان جرائم کی شدت اور خفت کی بنا پر مجرموں کی سزا اور قید کے بارے میں فیصلہ کیا کرتے تھے۔

جیل کا نظام بنتے ہی قیدیوں کے بارے مختلف قسم کے قواعد و ضوابط وضع کیے گیے اور ہر قیدی کے ساتھ احترام و عزت کا معاملہ کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی قیدی قتل کا مجرم ہوتا تو اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تعلیم دی جاتی تھی۔ خواہ مخواہ کسی پر الزام لگا کر اس کو پابند سلاسل کرنے سے سختی سے منع کیا جاتا تھا۔ جرم ثابت کرنے کے واسطے آپ ﷺ نے یہ ارشاد بہ طور اسلامی ضابطہ پیش کیا تھا، کہ "اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلَی المدَّعٰی عَلَیْہِ [6] "۔ کہ گواہ مدعی کے ذمے ہیں جب کہ قسم مدعی علیہ کے ذمے ہیں۔ اس روایت سے یہ ضابطہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان کسی چیز یا کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو جائے، تو اس صورت میں ضابطہ اور قانون یہ ہے کہ جو شخص دعویٰ کرتا ہے تو وہ اپنے دعوی کے بارے میں دو گواہ پیش کرے گا۔ جب کہ جس شخص کے خلاف دعوی کیا گیا ہے اس کے ذمے قسم اٹھانا ہے۔ ان اصول کے علاوہ قیدیوں کے لیے اور بھی حقوق مقرر کیے گیے ہیں جن کو ہر حال میں ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کی جسمانی ضروریات کو مد نظر رکھا جائے گا۔ اگر ان کو علاج معالجہ کی ضرورت پڑے تو یہ سہولت ان کو مہیا کی جائے گی۔ اس کے علاوہ اور بھی اصول و ضوابط ہیں جو قیدیوں کے متعلق مختلف ادوار میں مرتب کیے گیے ہیں۔ ان میں سے چند قوانین وہ بھی ہیں جن کو والئی سوات نے اپنی ریاست کے قیدیوں کے بارے میں جاری فرمائے تھے۔ یہ حکم نامے بھی ایسے ہیں کہ اگر ان پر عمیق نظر ڈالی جائے تو یہ نہ صرف اس دور کے بہترین حکم نامے ہیں بلکہ آئندہ آنے والے دور کے لیے بھی قابلِ نمونہ ہیں۔

ان حکم ناموں کی تعداد سات ہے۔ جن میں قیدیوں کی خوراک، ان کی سزا اور قید کی مدت کا تذکرہ ہے۔ فصل ہذا میں ان تمام حکم ناموں کا شرعی جائزہ لیا جارہا ہے۔ وہ حکم نامے درج ذیل ہیں۔

حسب الحکم حکمرانِ سوات جیل کے قیدیوں کے ساتھ مندرجہ ذیل احکام کے تحت عمل کیا جائے گا۔

حکم نامہ:638 قیدیوں سے مشقت لینا

جیل کے قیدی گرمی کے موسم میں چھ گھنٹے اور سردی کے موسم میں پانچ گھنٹے کام کریں گے۔ [7]

تاریخ اجراء: 28-11-1959

شرعی جائزہ

حکم نامہ ہذا میں والئی سوات نے قیدیوں سے مشقت لینے کے بارے میں یہ حکم جاری فرمایا ہے کہ ان سے گرمی کے ایام میں چھ گھنٹے اور سردی کے موسم میں پانچ گھنٹے مشقت لی جائے گی۔ دین اسلام میں قیدیوں کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ ان

پر ظلم اور تشدد کرنا عام انسانوں کی طرح جرم تصور کیا جاتا ہے۔ البتہ جیل کا مقصد قیدی کو کسی حد تک تکلیف میں رکھنا ہے اس لیے جو مشقت ایسی ہو جو قابل برداشت ہو وہ ان سے لی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ ابن القیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں ابن ابی الحقیق [8] کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ "كَمَا اَمَرَ النَّبِیُّ ﷺ الزُّبَیْرَ [9] بِتَعْذِیْبِ الْمُتَّهَمِ الَّذِیْ غَیَّبَ مَالَهُ حَتّٰی اَقَرَّ بِهٖ فِیْ قِصَّةِ ابْنِ اَبِی الْحُقَیْقِ [10] "۔ کہ ابن ابی الحقیق نے ایک خزانہ غائب کر دیا تھا اور اس کا اقرار نہیں کر رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے حکم پر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے جب اس کے ساتھ سختی کی، تو اس نے اقرار کر لیا۔ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیدی کے ساتھ ایک حد تک کسی مصلحت کی بنا پر سختی کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ آگے انہوں نے یہ عبارت نقل فرمائی ہے کہ "وَ الْعُقُوْبَةُ لَا تُخْتُصُّ بِالْحَبْسِ بَلْ هِیَ بِالضَّرْبِ اَظْهَرُ مِنْهَا فِی الْحَبْسِ [11] "۔ کہ مجرم کو سزا دینا صرف قید کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ قید میں اس کو مارنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیدی کے ساتھ اگر چہ ظلم کرنا ناجائز ہے، لیکن اس کو بہ طور تعزیر مناسب سزا دینا یا ایسی مشقت میں ڈالنا جو قابل برداشت ہو، یہ بھی اچھا اقدام ہے۔ اس لیے والئی سوات کا قیدیوں کے بارے میں یہ حکم جاری فرمانا کہ ان کو گرمی کے موسم میں چھ گھنٹوں کے لیے جب کہ سردی کے موسم میں پانچ گھنٹوں کے لیے کام کی مشقت برداشت کرنی ہو گی۔ یہ حکم صحیح ہے اور شریعت کے موافق ہے۔

حکم نامہ:639 قیدیوں کو بیڑیاں ڈالنا

مندرجہ ذیل مجرموں کو جیل میں بیڑیاں لگائی جائیں گی۔

1. قاتل
2. ڈاکو
3. نابالغ لڑکی کے ساتھ زنا بالجبر کرنے والا
4. وہ شخص جس نے مبلغ دس ہزار یا آٹھ ہزار روپے کی ضمانت کی ہو
5. ناک کاٹنے والا
6. وہ قیدی جو عمر بھر قید ہو چکا ہو
7. وہ شخص جو قاتل نہ ہو لیکن مبلغ آٹھ ہزار روپے جرمانہ کیا گیا ہو۔ [12]

شرعی جائزہ

اس حکم نامہ میں والئی سوات نے مخصوص قیدیوں کے بارے میں یہ حکم جاری کیا ہے کہ ان کو قید میں بیڑیاں بھی ڈالی جائیں گی۔ ان میں قاتل، ڈاکو، نابالغ لڑکی کے ساتھ زنا بالجبر کرنے والا، وہ شخص جس نے مبلغ دس ہزار یا آٹھ ہزار روپے کی ضمانت کی ہو، ناک کاٹنے والا، وہ قیدی جو عمر بھر قید ہو چکا ہو اور وہ شخص جو قاتل نہ ہو، لیکن مبلغ آٹھ ہزار روپے جرمانہ کیا گیا ہو۔ اسلام میں جو حقوق قیدیوں کے لیے مقرر کیے گیے ہیں وہ شائد ہی کسی اور مذہب والوں نے سوچے بھی ہوں۔ لیکن اس کے باوجود چونکہ کسی شخص کو قید میں ڈالنا بہ طور سزا ہوتا ہے بہ طور انعام و اکرام نہیں۔ اس لیے قیدیوں کے لیے مختلف قسم کی سزائیں بھی

تجویز اور مقرر کی گئیں ہیں، ان سزاؤں میں ایک سزا یہ بھی ہے جس کو والئی سوات نے یہاں اس حکم نامہ میں نافذ کیا ہے کہ مخصوص قیدیوں کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی جائیں۔ اس کے بارے میں کوئی واضح نص موجود نہیں ہے۔ البتہ فتاویٰ شامی میں یہ عبارت نقل کی گئی ہے کہ "وَ لَا يُغَلُّ اِلَّا اِذَا خَافَ فِرَارَهُ فَيُقَيَّدُ اَوْ يُحَوَّلُ لِسِجْنِ اللُّصُوْصِ (وَلَايُغَلُّ اَیْ لَا يُوْضَعُ لَهُ الْغُلُّ بِالضَّمِّ وَ هُوَ طُوْقٌ مِنْ حَدِيْدٍ يُوْضَعُ فِي الْعُنُقِ جَمْعُهُ اَغْلَالٌ كَقُفْلٍ وَ اَقْفَالٍ "مِصْبَاح" وَ اَمَّا الْقَيْدُ فَمَا يُوْضَعُ فِي الرِّجْلِ[13] "۔ کہ قیدی کے گلے میں طوق نہیں ڈالے نہیں جائیں گے۔ لیکن اگر اس کے بھاگنے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالے جائیں گی۔ یا اس کو چوروں کے قید خانے میں رکھا جائے گا۔ غل یغل کے معنی ہیں گلے میں طوق ڈالنا، غل کی جمع اغلال ہے جیسا کہ قفل کی جمع اقفال ہے (بحوالہ مصباح) اور قید اس چیز کو کہا جاتا ہے جو پاؤں میں ڈالا جاتا ہے یعنی بیڑی۔ اس عبارت سے یہ بات مکمل طور پر واضح ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جرم کے سبب جیل میں ڈالا جائے تو اس صورت میں اس کے گلے میں طوق نہیں ڈالے جائیں گے، البتہ اگر کسی قیدی کے بھاگ جانے کا خوف ہو، تو اس صورت میں اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی جاسکتی ہیں۔ والئی سوات نے اس حکم نامے میں جن قیدیوں کا تذکرہ کیا ہے چونکہ یہ ایسے قیدی تھے جن کا جرم شدید تھا اور جن کے بھاگ جانے کا خوف تھا۔ اس لیے ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہذا والئی سوات کا یہ حکم نامہ بھی صحیح اور شریعت کے موافق ہے۔

حکم نامہ:640 قیدیوں کے ساتھ ملاقات

ہر ایک قیدی اپنے خویش واقارب کے ساتھ مہینے میں دو بار ملاقات کر سکتا ہے۔

تاریخ اجراء: 03-12-1960

جن قیدیوں کا مقدمہ زیرِ غور ہو وہ ضرورت کے مطابق اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ملاقات کرسکتے ہیں۔[14]

تاریخ اجراء: 16-10-1961

شرعی جائزہ

اس حکم نامہ میں والئی سوات نے قیدی کے ساتھ ملاقات کے بارے میں دو احکامات جاری فرمائے ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ ہر قیدی اپنے رشتہ داروں سے مہینے میں دو بار ملاقات کر سکتا ہے۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ جس قیدی کا مقدمہ زیرِ سماعت ہو تو وہ بھی ضرورت کے مطابق اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کر سکتا ہے۔

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں فصل ہذا کی تمہید میں تفصیل سے بحث گزر چکی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیدیوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرنا چاہیے جس میں ان کا بے احترامی نہ ہو اور نہ ان پر ظلم ڈھالا جائے۔ ان کے کھانے پینے کا اچھی طرح انتظام ہو۔ ان کے جسمانی اور طبی ضروریات کا خاص خیال رکھا جائے۔ انہی حقوق میں سے یہ بھی ہیں کہ ان کو اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کی اجازت دی جائے۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی کی عبارت ہے کہ "وَ لَايُمَكِّنُ اَحَدٌ اَنْ يَّدْخُلَ عَلَيْهِ لِلْاِسْتِئْنَاسِ اِلَّا اَقَارِبُهُ وَ جِيْرَانُهُ لِاِحْتِيَاجِهِ لِلْمُشَاوَرَةِ وَ لَايَمْكُثُوْنَ عِنْدَهُ طَوِيْلًا اَیْ بِحَيْثُ يَحْصُلُ لَهُ

الْاِسْتِئْنَاسُ بِهِمْ بَلْ بِقَدْرِ مَايَحْصُلُ بِهِ الْمَقْصُوْدُ مِنَ الْمُشَاوَرَةِ [15] "۔ اور کسی شخص کے لیے یہ ممکن نہیں ہو گا کہ وہ اس قیدی کے پاس مانوس کرنے کے لیے چلا جائے۔ لیکن اس کے رشتہ دار اور پڑوسیوں کے لیے اجازت ہے تاکہ یہ قیدی ان کے ساتھ مشورہ کر لے اور یہ لوگ اس کے ساتھ زیادہ دیر تک نہیں بیٹھیں گے۔ یعنی اتنی مقدار کے لیے نہیں بیٹھیں گے جس سے وہ مانوس ہو۔ بلکہ اس قدر بیٹھنے کی اجازت ہو گی جس کی وجہ سے ان کے ساتھ مشورہ کا مقصد پورا ہو جائے۔ اس عبارت سے واضح طور پر قیدیوں سے ملاقات کی اجازت معلوم ہوتی ہے کہ ان کو عام لوگوں سے ملنے کی اجازت نہیں دی جائے گی،۔ البتہ ان کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو ملاقات کی اجازت دی جائے گی۔ لیکن یہ ملاقات اتنی طویل نہ ہو گی جس کی وجہ سے گپ شپ کے لئے بیٹھ جائیں، بلکہ مقصود صرف ان سے مشورہ کرنا ہے۔ پس یہ ملاقات اتنی دیر کے لیے ہو گی جس کی وجہ سے ان کے آپس میں مشورہ ہو سکے۔ لہٰذا والئی سوات نے اس حکم نامہ میں قیدیوں کے ساتھ ملاقات کے متعلق جو دو احکامات جاری فرمائے ہیں کہ ہر قیدی کو مہینے میں دو بار ملاقات کی اجازت ہو گی۔ یا یہ کہ جس قیدی کا مقدمہ زیر سماعت ہو تو اس کو بھی ضرورت کے مطابق ملاقات کی اجازت دی جائے گی۔ اس عبارت پر قیاس کرتے ہوئے یہ دونوں حکم صحیح ہیں۔

لہٰذا والئی سوات کا یہ حکم نامہ بھی شریعت کی رو سے صحیح ہے۔

حکم نامہ:641 قاتل کے لیے سرکاری کھانا

ہر قاتل قیدی سرکاری کھانا کھائے گا۔ اپنا کھانا نہیں کھا سکتا اور نہ ہی اس کے لیے باہر سے کھانا منگوایا جا سکتا ہے۔[16]

تاریخ اجراء: 03-09-1963

شرعی جائزہ

والئی سوات نے اس حکم نامہ میں قیدی کے کھانے کے متعلق یہ حکم جاری فرمایا ہے کہ وہ صرف سرکاری کھانا کھائے گا۔ اپنا کھانا نہیں کھائے گا اور نہ ہی باہر سے اپنے لیے کھانا منگوائے گا۔ چونکہ قاتل قیدی کا جرم شدید نوعیت کا ہے اگر اس کو اپنے کھانے یا باہر سے کھانا منگوانے کی اجازت دی جائے، تو اس صورت میں جیل کا اصلی مقصد جو کہ اس کو تکلیف میں رکھنا ہے، وہ فوت ہو جائے گا۔ اس لیے والئی سوات نے یہ حکم جاری کر دیا ہے کہ وہ صرف سرکاری کھانا کھائے گا۔ جیسا کہ ابن عابدین یہ عبارت نقل فرمائی ہے کہ " لِاَنَّ الْحَبْسَ مَشْرُوْعٌ لِيَضْجِرِ [17] "۔ کہ جیل کی مشروعیت زجر اور توبیخ کے لیے ہے۔ یعنی جیل کی بنیاد اس وجہ سے رکھی گئی ہے کہ قیدی تک تکلیف پہنچائی جائے اور کسی حد تک اس کو تنبیہ مل جائے۔ پس اگر وہ جیل میں بھی اپنی مرضی کی زندگی گزارے اور اپنی مرضی کے مطابق کھائے اور پیئے، تو اس صورت میں جیل اور قید کا اصل مقصود فوت ہو جائے گا۔ اسی طرح وہ صرف سرکاری کھانا کھائے گا یعنی اس کے کھانے کی ذمہ داری حکومت پر ہو گی کہ کھانا اس کو بروقت بھی ملے اور معیاری بھی ہو۔ جس کے بارے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف کتاب الخراج میں یہ عبارت نقل فرمائی ہے کہ "قَالَ وَ الْاَسِيْرُ مِنْ اُسرى الْمُشْرِكِيْنَ لَابُدَّ اَنْ يُّطْعَمَ وَ يُحْسَنَ اِلَيْهِ حَتّٰى يَحْكَمَ فِيْهِ فَكَيْفَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ

قَدْ اَخْطَأَ اَوْ اَذْنَبَ يُتْرَكُ يَمُوْتُ جُوْعًا وَ اِنَّمَا حَمَلَهُ عَلٰى مَاصَارَ اِلَيْهِ الْقَضَآءُ وَ الْجَهْلُ[18] "۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جو قیدی مشرکین میں سے ہیں ان کے لیے بھی کھانے کا انتظام کرنا چاہئے اور ان کے ساتھ اس وقت تک اچھا سلوک کرنا چاہئے جب تک ان کے بارے میں فیصلہ نہ سنایا گیا ہو۔ پھر جو شخص مسلمان ہو جس نے کوئی غلطی کی ہو یا اس نے کوئی گناہ کیا ہو، تو اس کے ساتھ کیسے برا سلوک کیا جاسکتا ہے۔ کیا اس کو بھوکا مرنے کے لیے اس حال پر چھوڑ دیا ہے، حالانکہ اس حالت تک پہنچنے کے لیے یا تو کوئی فیصلہ ہونا چاہئے اور یا نادانی ہوتی ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی اس عبارت سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیدی کی خوراک وغیرہ کا انتظام حکومت کی ذمہ داری ہے، اگر اس نے اس میں کوئی کسر چھوڑی تو وہ اس کا مکمل طور پر ذمہ دار ہو گا۔ اس کے علاوہ قیدیوں کے حقوق کے متعلق میاں محمد رفیق[19] نے لکھا ہے کہ "قیدیوں کا ایک مسئلہ فراہمی خوراک ہے۔ ایک متمدن ملک کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسیروں کو بھوکا نہ مارے۔ قید بہر صورت قید ہے، اس کے معاشرے سے کٹ جانے کی اذیت کچھ کم نہیں۔ چہ جائیکہ قید میں پڑے ہوئے افراد کو خوراک کی کمی کی وجہ سے طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا کیا جائے[20]۔" اس اقتباس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جیل میں قیدیوں کے کھانے پینے کا انتظام حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے حکومت کو چاہئے کہ اس سلسلے میں قیدیوں پر ظلم نہ کیا جائے اور ان کے کھانے پینے کا اچھا اور صحیح انتظام ہو۔

لہذا والئی سوات کا یہ حکم دینا کہ قاتل قیدی کو سرکاری کھانا دیا جائے گا اور وہ اپنے لیے کھانے کا بندوبست نہیں کرے گا۔ یہ حکم صحیح ہے۔ پس والئی سوات کا یہ حکم نامہ بھی صحیح اور شریعت کے موافق ہے۔

حکم نامہ: 642 قیدوں کے کمروں کے دروازے

گرمی کے موسم میں قیدیوں کے کمروں کے دروازے کھلے رہیں گے۔[21]

تاریخ اجراء: 12-06-1961

شرعی جائزہ

حکم نامہ ہذا میں والئی سوات نے قیدیوں کے متعلق یہ حکم جاری فرمایا ہے کہ گرمی کے موسم میں اس کے کمرے کے دروازے کھلے رہیں گے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کو حد سے زیادہ مشقت میں مبتلا نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ ایسا سلوک ہو جس کی وجہ سے اس کو ایسی قابلِ برداشت مشقت ملے جو انسانیت کے خلاف نہ ہو۔ اس کے بارے میں اگرچہ کوئی واضح نص موجود نہیں ہے۔ البتہ اس کو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کتاب الخراج کی عبارت پر مسئلہ ہذا کو قیاس کیا جاسکتا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ "وَ لَمْ تَزَلِ الْخُلَفَاءُ يَاَامِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ تُجْرِيْ عَلٰى اَهْلِ السُّجُوْنِ مَا يَقُوْتُهُمْ فِيْ طَعَامِهِمْ وَاَدَمِهِمْ وَكِسْوَتِهِمِ الشِّتَآءَ وَالصَّيْفَ وَ اَوَّلُ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ ؓ بِالْعِرَاقِ ثُمَّ فَعَلَهُ مُعَاوِيَةُ رضی اللہ عنہ الشَّامِ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ الْخُلَفَآءُ مِنْ بَعدِهٖ[22] "۔ کہ اے امیر المؤمنین! اس سے پہلے تمام خلفاء قیدیوں کے لیے اتنی روزی جاری کرتے رہے ہیں جو ان کے لیے ان کی روٹی، سالن اور اور ان کے گرمی اور سردی کے کپڑوں کے لیے کافی تھی، اور یہ انتظام قیدیوں کے لیے سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عراق میں کیا ہے اور اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے قیدیوں کے

لیے یہ انتظام کیا، اور اس کے بعد یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ اس عبارت میں اگرچہ کمروں کے دروازوں کے متعلق کوئی حکم موجود نہیں ہے، البتہ اس میں یہ ذکر موجود ہے کہ حکمران کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ قیدیوں کے لیے اتنی رقم مہیا کرے جو ان کی خوراک کے علاوہ ان کی گرمی اور سردیوں کے لباس کے لیے بھی کافی ہو۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں کو سردی اور گرمی کا مناسب لباس اور ماحول فراہم کرنا ضروری ہے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے حکم نامہ ہذا میں والئی سوات کا گرمیوں میں کمروں کے دروازوں کو کھلے رکھنے کا حکم صحیح ہے۔ لہذا والئی سوات کا یہ حکم نامہ بھی صحیح اور شریعت کے موافق ہے۔

حکم نامہ:643 قیدی کو تھانے میں کب تک رکھا جاسکتا ہے

بہ ذریعۂ تحریر ہذا حکم جاری کیا جاتا ہے کہ کوئی بھی قیدی تھانے میں ایک ہفتے سے زیادہ نہیں رکھا جاسکتا۔ اس کے بعد اس کو جیل بھیج دیا جائے گا۔[23]

تاریخ اجراء: 31-10-1962

شرعی جائزہ

یہ حکم نامہ بھی والئی سوات نے قیدیوں کے بارے میں جاری فرمایا ہے کہ کسی بھی قیدی کو تھانہ میں صرف ایک ہفتے تک رکھا جاسکتا ہے اس کے بعد اس کو جیل میں بھیج دیا جائے گا۔ اس حکم نامے کا تعلق انتظامی امور کے ساتھ ہے جن کے بارے میں اس سے پہلے کئی مقامات پر یہ تفصیل گزر چکی ہے[24] کہ اس قسم کے امور میں حاکم مکمل طور اختیار رکھتا ہے کہ وہ عوامی مفاد اور کسی مصلحت کی بنا پر جس طرح چاہے فیصلہ کردے۔ اور رعایا کے ہر ایک فرد کے لیے امیر کی اطاعت لازم ہے۔ بہ شرط یہ کہ اس کا حکم خلاف شریعت نہ ہو۔ یہاں تک کہ بعض روایات میں یہاں تک ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اگرچہ وہ حاکم فاسق اور گنہگار کیوں نہ ہو۔ تب بھی اس کی اطاعت لازم ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تشریح میں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حال میں امیر کی اطاعت کا حکم دیا ہے یہ لکھا ہے کہ "لُزوْمُ جَماعةِ المُسْلِمِينَ وَ اِمَامِهِمْ وَوجُوْبُ طَاعَتِهِ وَاِنْ فَسَقَ وَعَمِلَ المَعَاصِيْ مِنْ اَخذِ الْاَمَوَالِ وَ غَيْرَ ذٰلكَ فَتَجِبُ طَاعَتُه فِيْ غَيرِ مَعْصِيَةٍ[25] "۔ کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور اس کی اطاعت کرنا، اگرچہ وہ فاسق ہو اور گناہ کا ارتکاب کرے مثلاً لوگوں کے مال چھین لے وغیرہ تو اس کے باوجود بھی ایسے امیر کی اطاعت بھی گناہ کے کام کے علاوہ ہر کام میں واجب ہے۔ چونکہ اس حکم نامہ میں والئی سوات کی جانب سے جو حکم جاری کیا گیا ہے یہ بھی خلاف شرع نہیں ہے اس لیے یہ حکم نامہ بھی صحیح اور شریعت کے موافق ہے۔

حکم نامہ:644 تھانے اور قلعہ میں قیدی رکھنا

جناب وزیر ملک صاحب 04-03-1968

حسب الحکم حکمران سوات ہر ایک قیدی کو تھانے یا قلعہ میں صرف ایک شب و روز یعنی 24 گھنٹے تک رکھا جاسکتا ہے اور سیدو شریف کے تھانے کے حوالات میں صرف ایک ہفتے تک قیدی کو رکھا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد اس کو سنٹرل جیل بھیجا جائے گا۔[26]

دستخط کمانڈر پولیس سوات

شرعی جائزہ

یہ حکم نامہ بھی گزشتہ حکم نامہ کی طرح ہے، البتہ ان دونوں میں تھوڑا سا فرق یہ ہے کہ گزشتہ حکم نامہ میں ایک ہفتے تک تھانے میں قیدی کو رکھنے کی اجازت تھی جب کہ اِس حکم نامہ میں ایک شب و روز یعنی 24 گھنٹوں کے لیے رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ گزشتہ حکم نامہ یعنی تھانہ میں ایک ہفتے تک رکھنے کا حکم والئی سوات کی جانب سے پہلے 1962ء میں جاری کیا گیا تھا جب کہ بعد میں اس حکم کو تبدیل کر دیا گیا اور 1968ء میں یہ حکم جاری کیا گیا کہ ایک شب و روز یعنی 24 گھنٹوں کے لئے کسی قیدی کو تھانہ میں رکھا جائے گا۔ شرعی جائزہ ان دونوں احکامات کا یکساں ہے ۔ اس لیے یہ حکم نامہ بھی صحیح ہے اور اس کا ماننا بھی شرعاً و قانوناً لازمی ہو گا۔ یہی پس منظر اس تحقیق کی بنیاد ہے، جس میں ان حکم ناموں کا شرعی اور قانونی تجزیہ پیش کیا گیا ہے تاکہ یہ واضح ہو کہ والیِ سوات نے اسلامی اصولِ عدل کو اپنے عدالتی و انتظامی نظام میں کس حد تک نافذ کیا، اور اُن کے یہ اصول آج کے تعزیری و جیل نظام کے لیے کیا رہنمائی فراہم کر سکتے ہیں۔

خلاصہ

اسلام ایک ایسا مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسان کو ظلم و ناانصافی سے نجات دلاتا اور اسے امن و فلاح کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ اس کا نظامِ سزا و جزا محض انتقام پر مبنی نہیں بلکہ تزکیۂ نفس، اصلاحِ کردار اور معاشرتی امن کے قیام کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ انہی اصولوں کی بنیاد پر ریاستِ سوات کے آخری والی، میاں گل عبد الحق جہانزیب نے اپنے دور میں شریعتِ اسلامی کی روشنی میں ایک جامع عدالتی و انتظامی نظام قائم کیا، جسے **"رواج نامہ سوات "** کے نام سے مرتب کیا گیا۔

زیرِ نظر تحقیق میں اسی رواج نامے کے **حکم ناموں (438 تا 450)** کا شرعی و قانونی جائزہ لیا گیا ہے، جو جیل انتظام، تعزیری سزاؤں اور اصلاحِ مجرمین سے متعلق ہیں۔ ان احکامات میں قیدیوں کی مشقت، بیڑیوں کا استعمال، ملاقات کے اصول، خوراک و رہائش اور قید کی مدت جیسے پہلوؤں پر تفصیلی ضوابط بیان کیے گئے ہیں۔ یہ تمام احکامات والیِ سوات کے عادلانہ طرزِ حکومت، انسانی ہمدردی اور اصلاحی فکر کے بہترین مظہر ہیں۔

زیر نظر تحقیق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ والیِ سوات کا قانونی نظام اسلامی تعلیمات کا پرتو تھا۔ اُنہوں نے سزاؤں کے نفاذ کو اصلاحِ مجرم کے ساتھ مربوط کیا، جو قرآن و سنت کے اس اصول "الحدود زواجر وجوابر "(یعنی سزائیں عبرت کے ساتھ اصلاح کا ذریعہ بھی ہیں) کی بہترین تفسیر ہے۔ ان احکامات میں انسانی وقار، عدل و مساوات، اور رعایت کے پہلو نمایاں ہیں، جو فقہِ اسلامی کے مقاصدِ شریعت سے ہم آہنگ ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ والئی سوات کا تعزیری وجیل نظام اسلامی فلاحی ریاست کے بہترین مثال ہے جس میں سزا اور اصلاح، عدل اور احسان، اور نظم و عدل کے مابین ایک متوازن رشتہ قائم کیا گیا۔ یہ مطالعہ موجودہ پاکستانی عدالتی و جیل نظام کے لیے بھی اس بات کی واضح رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ شریعتِ اسلامی کے اصولوں کی روشنی میں سزا کو انسانی اصلاح اور معاشرتی تعمیر کا ذریعہ کیسے بنایا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

[1] محمد بن ابی بکر ابن القیم، **الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة**، ج:1، ص:279

[2] نفس مصدر، ج:1، ص:282

[3] ھرماس بن حبیب العنبری۔ ابن حبان کے قول کے مطابق یہ صحابی ہیں۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ تبع تابعین میں سے ہیں۔ آپ کے دادا کے نام میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔[احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، **الاصابة فی تمییز الصحابة**، ج:6: ص:455]

[4] ابو داؤد سلیمان بن اشعث، **سنن ابی داؤد**، کتاب الاقضیة، باب فی الحبس والدین، ج:5:474، رقم الحدیث:3629

[5] ابراھیم بن محمد بن فرحون، **تبصرة الحکام**، ج:3، ص:388

[6] ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی، **سنن الترمذی**، ابواب الاحکام، باب ماجآء فی ان البینةَ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَ الْیَمِیْنُ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ، ج:3، ص:617، رقم الحدیث:1341

[7] غلام حبیب خان، **رواج نامۂ سوات**، ص:313

[8] اس کا نام عبد اللہ بن ابی الحقیق یا سلام بن ابی الحقیق تھا اور ابو رافع کنیت تھی۔ یہ ایک مالدار تاجر تھا جو کہ خیبر میں رہتا تھا اور کعب بن اشرف کا معین اور مددگار تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا سخت دشمن تھا۔ اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا تھا۔ غزوہ احزاب میں قریش مکہ کو اسی نے مسلمانوں پر چڑھالایا تھا اور ان کی ہر ممکن مالی مدد کی تھی۔[ابن حجر عسقلانی، **فتح الباری**، ج:7، ص: 343]

[9] ابو عبد اللہ زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب۔ آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ آپ کی والدہ کا نام صفیہ بنت عبد المطلب تھا۔ آپ نے 8 یا 12 سال کی عمر میں ایمان لایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کی بہت سے فضائل احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ آپ کو جمادی الاولی 36ھ میں جنگ جمل کے موقع پر عمرو بن جرموز نے شہید کیا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر 66 یا 67 سال تھی۔[خیر الدین بن محمود زرکلی، **الاعلام**، ج:3، ص:43]

[10] محمد بن ابی بکر ابن قیم، **الطرق الحکمیه فی السیاسة الشرعیة**، ج:1، ص:275

[11] نفس مصدر، ج:1، ص:279

[12] غلام حبیب خان، **رواج نامۂ سوات**، ص:313

[13] محمد امین بن عمر ابن عابدین، **رد المحتار علی الدر المختار**، ج:8، ص:66

[14] غلام حبیب خان، **رواج نامۂ سوات**، ص:313

[15] محمد امین بن عمر ابن عابدین، **رد المحتار علی الدر المختار**، ج:8، ص:64

[16] غلام حبیب خان، **رواج نامۂ سوات**، ص:314

17 محمد امین بن عمر ابن عابدین، **رد المحتار علی الدر المختار**، ج:8، ص:65

18 ابو یوسف ابراھیم بن یعقوب، **کتاب الخراج**، ص:149

19 الحاج میاں محمد رفیق، سربراہ: شاہ ولی اللہ یونیورسٹی پروجیکٹ گوجرانوالہ (متوفی 2010ء)، [**الشریعہ**، ماہنامہ، اگست: 2010ء]

20 میاں محمد رفیق، **الشریعہ**، ماہنامہ، مئی-جون: 2003ء ج:14، شمارہ: **5و6**

21 غلام حبیب خان، **رواج نامۂ سوات**، ص:314

22 ابو یوسف ابراھیم بن یعقوب، **کتاب الخراج**، ص:149

23 غلام حبیب خان، **رواج نامۂ سوات**، ص:314

24 تفصیل کے لیے دیکھئے **مقالہ ہذا**، حکم نامہ: 633

25 یحیی بن شرف النووی، **المنهاج شرح صحيح مسلم**، ج:12، ص:237

26 غلام حبیب خان، **رواج نامۂ سوات**، ص:314